وصل تاریخ

تحریر: محمد محسن گل محمد

حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلمان علیہ السلام کے زمانے کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ دو عورتیں اپنے اپنے نومولود بچوں کے ساتھ جنگل میں سفر کررہی تھی کہ اس دوران ایک درندہ ان میں سے ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ اب یہ دونوں عورتیں آپس بچہ پر لڑنے لگی دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ بچا میرا ہے اور درندہ جو بچا لے گیا ہے وہ تمہارا بچہ تھا آخر دونوں نے فیصلہ کیا کہ اس کا فیصلہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام کراتے ہے اور اسی غرض سے دونوں حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا حضرت داؤد علیہ السلام نے پورا قصہ سننے کے بعد فیصلہ دوسری عورت کے حق میں دیا جو کہ اس بچہ کی اصل ماں تھی مگر پہلی عورت اس فیصلے سے راضی نہیں تھی اس لئے اب اس نے کہا حضرت سلمان علیہ السلام ہی اس کا صحیح فیصلہ کرے گے دوسری عورت کو یقین تھا کہ بچہ اس کا ہے اسی لئے حضرت سلمان علیہ السلام بھی اسی کے حق میں فیصلہ دینگے۔ یہ دونوں عورتیں حضرت سلمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور انھیں بھی سارا قصہ سنا دیا۔ اب کی بار پہلی عورت جس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس نے شور وغل مچانا شروع کر دیا کہ یہ میرا بچہ ہے اور یہ عورت جھوٹ بول رہی ہے۔ حضرت سلمان علیہ السلام نے جب یہ سارا ماجرہ دیکھا تو انھوں نے جلاد کو حکم دیا کہ اس بچے کے دو حصے کر کے دونوں عورتوں کو ایک ایک حصہ دے دوں اس پر پہلی عورت راضی ہوگئی جبکہ دوسری عورت جو اس بچہ کی اصل ماں تھی نے فوراً چلانا شروع کر دیا کہ اللہ کے واسطے میرے بچے کے دو حصے نہیں کرے بلکہ پورا کا پورا اس عورت کو دے دیں۔ حضرت سلمان علیہ السلام یہ دیکھ کر جان گئے کہ یہی اس بچے کی اصل ماں ہے اور انھوں نے بھی اسی عورت کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا میرا مقصد آپ لوگوں کو یہ بات آسان انداز میں سمجھانا ہے کہ جس نے کسی چیز کو بڑی قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہوتا ہے اور اس کو پروان چڑھانے میں اپنا خون پسینا ایک کیا ہوتا ہے وہی اس چیز کی قدر کرتا ہے اور وہ اس کا ٹکڑے نہیں ہونے دیتا اور یہ بات پاکستان کے موجودہ صورتحال پر پوری اترتی ہے کہ جس نے اس ملک کو لاکھوں جانوں کی قربانیوں کے بعد حاصل کیا اسی نے اس ملک کی ترقی اور کامیابی کے لئے انتھک جدوجہد کی اور اس مملکت خداداد پاکستان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ کیا۔ جبکہ دوسری طرف اس ملک پر قابض ملک کے ٹھیکیدار اور پاکستان اور پاکستانی عوام کے دشمن اس ملک کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہے۔ جبکہ پاکستان کو بے شمار خارجی اور داخلی خطرات کا سامنا ہے ایک طرف نیٹو افواج کے فوجی بیڑے پاکستان کی سمندری حدود کے قریب آگئے ہے دوسری جانب پاکستان میں تیزی سے بڑھتی مہنگائی ساتھ ہی روز بروز سرنت نئے بحرانات اوپر سے امن وامان کی انتہائی بگڑتی صورتحال، حق تلفی، طبقاتی نظام وغیرہ وغیرہ۔ جن کی وجہ سے صورتحال یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب رقبہ کے لحاظ سے پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ بلوچستان پاکستان سے آزادی چاہتا ہے جس کے لئے بلوچستان کے عوامی لیڈران بین الاقوامی طاقتوں سے رجوع کرنا شروع کردیا ہے۔ پاکستان کا دوسرا سب سے حسین و خوبصورت صوبہ خیبر پختونخواہ اس وقت خانہ جنگی کی کیفیت میں مبتلا ہے۔ پاکستان کا تیسرا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں سرائیکی اور ہزاری صوبے کی تحریکیں شروع ہوگئی ہے۔ پاکستان کا چوتھا اور سب سے زیادہ ریونیو کما کے دینے والا صوبہ سندھ میں آج قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، بدامنی روز بروز بڑھتی جارہی ہے، لوگ امن وامان کی بگڑتی صورتحال کی وجہ سے اپنے کاروبار سمیت مختلف ممالک میں منتقل ہورہے ہیں جسکی وجہ سے بے روزگاری میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ ان تمام مسائل کے اصل ذمہ دار ملک پر قابض وہ لوگ ہے جن کے آباؤ اجداد نے پہلے بھی انگریز کی غلامی کرتے ہوئے ان کے وفادار بنے رہے اور صلے میں انگریزوں سے بڑی بڑی جاگیریں حاصل کرتے رہے اور اب ان کی اولادیں بھی انھیں کے قدموں پر چلتے ہوئے ملک کے دشمنوں سے وفاداری اور عوام سے دشمنی باخوبی نبھا رہے ہیں۔

اس آغاز آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہوا۔ جب متحدہ ہندوستان پر انگریز قابض ہوئے۔ انگریزوں کے ہندوستان میں پاؤں جمانے اور قبضہ کرنے میں ہندوؤں نے بھرپور ساتھ دیا۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت ہندوستان پر مسلمان بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکمرانی تھی اور کئی ہندو اس بات سے خوش نہیں تھے۔ انگریزوں کی حکمرانی کے بعد استحصال کا وہ دور شروع ہوا کہ خود ہندوؤں نے بھی نہیں سوچا تھا انگریزوں کے اس قہر سے صرف وہی ہندو بچے رہے کہ جنھوں نے انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ انگریزوں کے ہندوستان پر قبضے بعد ہی سے مسلمانوں کی جانب سے آزادی کی مختلف جدوجہد اور تحریکیں چل رہی تھی۔ مگر ۱۸۵۷ء کو پورے ہندوستان میں جنگ آزادی کا آغاز ہوا۔ آزادی کی اس ملک گیر تحریک میں ہندو اور مسلمان دونوں شریک تھے اور ان دونوں نے ملکر انگریزوں کے خلاف جنگ کی۔ یہ آزادی کی پہلی عوامی جدوجہد تھی۔ عام لوگ انگریزی حکومت کے مظالم سے تنگ آ کر میدان میں نکل کر آئے تھے۔ فوج کے سپاہی انگریزوں کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے عوام، فوج، راجے، نوابان، ہندو، مسلم، سکھ سب کے سب اس جنگ میں شریک تھے دراصل یہ سب لوگ زخم خوردہ تھے۔ جو اپنے حقوق کیلئے لڑ رہے تھے۔

ان جنگ آزما لوگوں میں نظم وضبط کا فقدان تھا اور ساتھ نہ ہی کوئی مشترکہ قیادت تھی۔ مزید برآں راجوں اور نوابوں کی بڑی تعداد اب بھی انگریزوں کی حمایت کر رہی تھی۔ اسلئے اس جنگ آزادی کا ناکام ہونا غیر متوقع نہیں تھا۔ انگریز فوجوں نے تمام گروہوں کا خاتمہ کردیا اور اس جنگ کیلئے مسلمانوں کو ذمہ دار قرار دیا۔ جنگ کے بعد مسلمانوں سے سخت انتقام لیا گیا اور چن چن کر علماء اور شرفاء کو سرے عام پھانسی پر چڑھا دیا گیا جنگ کے بعد انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر کے سارے شہریوں کو شہر سے باہر نکال دیا۔ سات دن تک شہر کو خوب یہاں تک کہ لوٹا خزانوں کے لالچ میں مکانوں کے صحن تک اکھاڑ دئے گئے۔ تین ہفتہ بعد ہندوؤں کو تو شہر میں آنے کی اجازت مل گئی مگر مسلمانوں کو یہ اجازت تقریباً تین سال بعد ملی مسلمانوں کی ساری جائیدادیں ضبط کر لی گئیں جامع مسجد دہلی اور لال قلعہ کے درمیان مسلمانوں کی گنجان آبادی تھی۔ اس کے ایک کونے پر اکبر آبادی مسجد تھی جس کے حجرے میں شاہ عبدالقادر نے چالیس سال بسر کئے تھے۔ انگیزوں نے اس پورے علاقے کو مسمار کر کے چٹیل میدان بنا دیا بعد میں وہاں اردو پارک اور ایڈورک پارک بنائے گئے۔ انگریزوں نے مسلمانوں سے انتقام کے لئے مارشل لاء نافذ کر کے سول اور فوجی افسروں کو اختیار دے دیا کہ وہ کہ وہ مجرموں کو سزائیں دیں اور پھانسی پر چڑھا دیں۔ پھانسی کے بعد عموماً لاش کو

جلادیا جاتا یا بعض مقامات پر تو گاؤں بھی جلا دئے گئے۔

انگریزی فوج کے ایک افسر نے اپنی کتاب ہسٹری آف میوٹنی میں لکھا ہے کہ:

''یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ تین مہینوں تک 8 مردہ گاڑیاں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک گھومتی رہتی تھیں۔ وہ لاشوں کو درختوں سے اتارتی تھیں۔ 6 ہزار سے زیادہ افراد کو اسی طرح اٹھایا گیا''

اردو کے مشہور شاعر مرزا اسداللہ خاں غالب جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے عینی شاہد تھے وہ اپنے اس شعر میں اس وقت کے حالات کچھ یوں بیان کرتے ہے کہ:

''گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے اب انسان کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زندان کا
شہر دہلی کا ذرہ ذرہ خاک
تشنہ خون ہے ہر مسلمان کا''

ہندو مذہب کو اصل جلا خود انگریزوں نے بخشی تھی۔ کیونکہ ہندوؤں نے ہی انگریزوں کو ہندوستان میں قدم جمانے میں مدد کی تھی۔ اسی لئے انگریز ہندو قوم کی اپنے مطابق ذہنی اور فکری تشکیل کر رہے تھیں۔ جدید مغربی تصورات ہندوؤں نے با آسانی قبول کر لئے کیونکہ اس کے خلاف ان کے مذہب میں ممانعت نہیں تھی۔ اسلئے مغربی افکار و نظریات کو ان کے اندر خوب فروغ حاصل ہوا۔ اسی سلسلے میں انگریزوں نے بھی ہندوؤں کی بہتری کے لئے بہت سی خدمات انجام دیں اور انھیں بے شمار انعامات سے نوازا۔

جبکہ اسکے برعکس مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کی پالیسی یکسر مختلف تھی۔ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی پاداش میں انگریزوں نے مسلمانوں سے بدترین بدلہ لیا۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انگریزی کمپنی کی حکومت نے مسلمانوں کے خلاف معاندانہ رویہ کیوں اختیار کیا گیا۔ اس نفرت کے کئی اسباب تھے۔

☆ یہ نفرت صلیبی جنگوں کے زمانے سے انگریزوں کے دلوں میں چلی آرہی ہے۔

☆ انگریز حکومت ہندوستان میں تاجر بن کر آئے انکی تجارت نہ پر امن تھی اور نہ ہی ضابطہ اخلاق کی پابند اسی لئے ان کے طرز عمل سے ہزار ہا افراد کو شکایت پیدا ہوتی رہتی تھیں۔ چونکہ اس وقت کے حکمران مسلمان تھے لہٰذا وہ مظلوموں کی دادرسی کے لئے انگریز تاجروں کو ارتکاب جرائم اور بے ضابطگیوں سے باز رکھنا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے بھی انگریزوں کے دل میں مسلمانوں کی کے لئے غبار تھا۔

☆ چونکہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی۔ اس لئے اگر انھیں کسی کی طرف سے بغاوت کا خطرہ ہوسکتا تھا تو وہ صرف مسلمانوں۔ ہندوستان کے گورنر جنرل ''لارڈ ایلن باور'' لکھتا ہے کہ: ''میں اس حقیقت سے آنکھیں نہیں بند کر سکتا کہ یہ نسل (مسلمان) بنیادی طور پر بھاری دشمن ہے اس لئے ہماری صحیح پالیسی یہ ہے کہ ہندوؤں کو خوش کیا جائے''

انگریز حکومت کی یہ تمام پالیسیز تھی کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں میں ایک لاوا ابل رہا تھا اور ۱۹ ویں صدی کے آنے تک پانی مسلمانوں کے سر سے اوپر ہو گیا تھا۔ اس دوران کانگریس بنانے کا ڈرامہ ہوا اسکے بعد پہلی کانگریسی حکومت بنی جس نے مسلمانوں کے ساتھ انتہائی امتیازانہ سلوک کیا دوسری جانب انگریزوں کا رویہ بھی مسلمانوں کے ساتھ نرم ہوا اور انھوں نے سید احمد ہو ''سر'' کے لقب سے نوازا۔ کانگریس کی پہلی حکومت کے بعد مسلمانوں نے جداگانہ طریقہ انتخاب کا مطالبہ کیا جس پر کانگریس اور بھڑک گئی اور یہ تمام گیم دراصل انگریزوں کا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے انھیں اب ہندوستان میں اپنی حکومت قائم رکھنے میں مشکلات پیش آرہی تھی۔ اس لئے انھوں نے اپنی جگہ ہندوؤں کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کا منصوبہ بنایا۔ مگر دوسری جانب مسلمانوں کی طرف سے جداگانہ ملک کا مطالبہ سامنے آگیا جسے ہر قسم کے اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعے روکنے کی کوشش مگر شاید خدا کو کچھ اور ہی ممکن تھا۔ دوسری جنگ عظیم میں جب برطانیہ کو فوج کی ضرورت پڑی تو اس نے ہندوستان کی دونوں اہم جماعتوں کانگریس اور مسلم لیگ سے بات کی۔ مگر کانگریس نے ساتھ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ اس کا مقصد برطانوی حکام پر اپنی شرائط منوانے کے لئے زور ڈالنا تھا۔ جبکہ فوج میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور برطانیہ تنہا ایسے موقع پر مسلم لیگ بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اس شرط پر راضی ہوئی کہ اس کے بعد برطانوی حکام مسلمانوں کے مطالبات مان لے۔ جیسے کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ مسلمانوں نے ایک الگ اور خودمختار ملک کا مطالبہ کیا تھا۔ اس وقت انگریز جان گئے کہ اب پاکستان بن کر رہے گا۔ اس لئے اب انھوں نے جو فریضہ ہندوؤں کو دیا تھا۔ وہ اب انھوں نے اپنے ان مسلم حواریوں کو دیا کہ جنھوں پہلے بھی مسلمانوں کے خلاف انگریزوں سے وفاداریاں نبھا چکے تھے۔ جس کے عوض انگریزوں نے انھیں بھی ہندوؤں کی طرح مال و دولت اور بڑی بڑی جاگیروں سے نوازا تھا۔ مگر یہاں ایک مسئلہ تھا کہ ان میں سے کوئی بھی پاکستان کی تحریک میں شامل یا سرکردہ نہیں تھا۔ اس کے لئے قیام پاکستان کے بعد انھیں حکمرانی دلانے اور ان کے ذریعے پاکستان کو توڑ کر واپس ہندوستان میں شامل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اسی گھناؤنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے پہلے قائد اعظم محمد علی جناح کو رستے سے ہٹایا اس کے بعد تحریک پاکستان کے دوسرے اور مضبوط ترین شخصیت نواب لیاقت علی خان کو راولپنڈی کے ایک بھرے جلسے عام میں گولی مار کے شہید کرا دیا گیا۔ ان دونوں شخصیات کے بعد تحریک پاکستان کا تمام سہرا اپنے ان حواریوں کے سر ڈال کر پاکستان کی تمام باگ دوڑ اور محب وطنی کے جھوٹے تمغے ان کے سینوں پر سجا کر مسلمانوں پر کالے انگریز مسلط کر دئے کہ جنہوں نے پاکستان کو دیمک کی طرح آہستہ آہستہ چاٹنا شروع کر دیا۔

یہ ہے ہماری اصل تاریخ کا ایک چوٹا سا حصہ جسے بیان کرنے کا مقصد پاکستانی عوام کو ان کالے انگریزوں اور انکے آباؤ اجداد کی محب وطنی کا معیار بتانا ہے۔ جیسا کہ میں نے شروع میں بیان کیا تھا کہ جب انسان اپنی کسی چیز کو بڑی قربانیوں اور مشکلات کے بعد حاصل کرتا ہے اور اس کی ترقی میں اپنے دن رات ایک کرتا ہے تو وہی اس چیز کی قدر کرتا ہے اور وہ اس کا ٹکڑے نہیں ہونے دیتا۔ بلکل اسی طرح کہ باپ کے خون پسینے اور ارمانوں نے بنائے گھر کو اس کے بعد اس کی اولاد اپنے سگے باپ کے احساسات کی پروا کئے بغیر اس مکان کو محض چند پیسوں کے خاطر بیچ دیتی ہے کیوں کہ وہ مکان انھوں نے محنت سے نہیں بنایا اسی لئے انھیں اسے چند پیسوں میں بیچنے پر افسوس نھہیں ہوتا۔

اسی طرح اس ملک پر قابض ان کالے انگریزوں کو بھی اس ملک کے دولخت ہونے پر کوئی افسوس نہیں ہوا بلکہ انھوں نے الٹا انھیں ہی غدار اور ملک دشمن بنا دیا اور اب بھی اپنی اسی روش پر قائم ہے اور پاکستان کو تیزی سے تباہی و بربادی کی جانب دھکیل رہے ہیں۔ جبکہ پاکستان کی اس انتہائی تشویشناک حالت میں قائد تحریک الطاف حسین اس کو سہارا دیتے ہوئے واپس ترقی اور خوشحالی کی جانب لے جا رہے ہیں۔ کیوں کہ قائد تحریک الطاف حسین بھائی کے خاندان نے بھی پاکستان بے شمار قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے۔ پاکستان ہم نے اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کی بقاء و سلامتی کے لئے حاصل کیا ہے۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ ملکی حالات اس سے بالکل مختلف ہیں۔ جہاں کالے انگریزوں کے چند خاندان پاکستان کے اقتدار کے ساتھ میوزیکل چیئر کا کھیل کھیل رہے ہیں اور بار بار چہرے بدل کر پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بن جاتے ہیں۔ وہ کہاں اس عظیم نعمت کی قدر و قیمت کو سمجھ پائینگے اور وہ سمجھ بھی کیسے سکتے ہیں۔ یہ ملک تو انھیں تھالی میں سجا ہوا ملا ہے۔

☆☆☆☆☆☆